ڈاکٹر فرید حسینی☆/ ڈاکٹر اُمّت اللطیف☆☆

اقبال کے کلام میں ابلیس کی معنویت

The meaning of Iblees in Iqbal's poetry

Abstract:

The fall of man from heaven remained a popular subject of literature, specially poetry. In Milton's "Paradise Lost" Satan became one of the main characters of his epic. Allama Muhammad Iqbal, as poet, not only experimented in the metres of urdu poetry but also changed the conventional meanings of many things. Iqbal took Iblees's revolt in positive way. In his poetry, Satan potrayed as courageous and proud person. He did not treat him as villain but a source of inspiration for man. After his refusal to prostrate before Adam, he did not reconcile with Almighty rather decided to carry on his struggle to revenge against humanity. Iblees challenged the man to work hard. Iqbal urges the man to take lesson from Satan because evil is also an eternal part of the life. In this article, efforts have been made to explore the conception of "Iblees" in Iqbal's poetry.

Keywords: Iqbal, Iblees, Poetry, Milton, Angel, God, Evil, Bal-e-Jibreel.

علامہ اقبال نے اپنے فن کے ابلاغ کے لیے ابلیس جیسے کردار کو بھی موضوع بنایا ہے۔ ملٹن کے بعد غالباً وہ (بطور کردار) ان کے ہاں گہری معنویت کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے۔ علامہ نے جستجو اور سوز و ساز کو اپنی شعری کائنات میں متعدد مرتبہ مختلف زاویوں سے پیش کیا ہے۔ ایسی

☆اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف چکوال، چکوال
☆☆ایس۔ایس۔ٹی، گورنمنٹ گرلز ماڈل ہائی سکول، چشتیاں، بہاول نگر

فلسفیانہ جستجو اور تلاش جو انسان اپنے آپ تک رسائی اور اس توسّل سے کائنات اور خدا تک رسائی کو ممکن بناتی ہے نظم "جبریل وابلیس" میں سوال وجواب یوں درج ہیں:

جبریل:

ہمدم دیرینہ کیسا ہے جہانِ رنگ و بو

ابلیس:

سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو

خاموشی اور Status qou اور آرام طلبی شاعرِ مشرق کے نزدیک ناقابلِ قبول ہے:

مشرق خراب و مغرب ازاں بیشتر خراب　　عالم تمام مردہ و بے ذوق جستجوست

ماہِ تمام جس طرح اپنے جذب سے پانیوں میں طلاطم برپا کرتا ہے بعینہٖ کائنات کے نظام میں ہلچل کا ذمہ دار شیطان ہے:

آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے　　کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبو

اب یہاں میری گزر ممکن نہیں ممکن نہیں　　کس قدر خاموش ہے یہ عالمِ بے کاخ و کو

"بالِ جبریل" میں درج ایک شعر کی توضیح کرتے ہوئے یوسف سلیم چشتی نے لکھا ہے:

"جب تک دل میں سوز و گداز کا رنگ نہ ہو انسان عشقِ حقیقی سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتا اور جب تک دل میں معرفت کا ذوق کار فرما نہ ہو انسان وحدت الوجود کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔"(۱)

ذوقِ آرزو کی شدت عشرتِ منزل کی بجائے سفر کی صعوبتوں اور فراق کی لذت کی متمنی ہوتی ہے:

؎ شرح محبت میں عشرتِ منزل حرام　　شورِ طوفاں حلال لذتِ ساحل حرام

شاعری میں قولِ محال (Paradoxic) کو جس انداز میں اقبال نے نبھایا ہے اردو میں کم از کم غالب کے علاوہ کوئی دوسرا ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ابلیس مذاہبِ عالم کی تاریخ و تفسیر میں تخریب کا نمائندہ ہے۔ اقبال نے شر کے اندر سے خیر کا پہلو نکالا ہے، جس طرح مرزا نے فرمایا:

میری تعبیر میں مضمر ہے اِک صورت خرابی کی ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

ابنِ عربی کے فلسفے کی رو سے ابلیس ارادے میں آزاد ہے اور چونکہ علامہ نے ارادے کی پختگی کو مومن کی بھی صفت قرار دیا ہے اس لیے ابلیس کے اس وصف کو انھوں نے شاعری میں مثبت انداز میں لیا ہے۔ اقبال نے جرمن شاعر و فلسفی گوئٹے سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس نے شیطان کو منفی و مثبت دونوں طرح کی صفات سے متصف بتایا ہے۔ مثلاً خوابیدہ تخلیقی قوتوں کو بیدار کرنے میں شیطان اہم کردار ادا کرتا ہے اور انسان کو برے کاموں کی طرف متوجہ ہونے پر اُکساتا ہے۔

اقبال نے نظم "تسخیرِ فطرت" میں ابلیس کو جبر و تحکم کے خلاف باغیانہ روش اپنانے والا آزاد فرد بتایا ہے۔ اس کا انکار نہ صرف قصۂ آدم کو رنگین کرتا ہے بلکہ باطن اور خارج کے درمیان آویزش اور کش مکش کو ہوا بھی دیتا ہے:

می تپد از سوز من خونِ رگ کائنات من بہ دو صر صرم من بہ غو تندرم

رابطۂ سالمات ضابطۂ اُمّہات سوزم و سازے دہم آتش مینا گرم (۲)

اسی نظم میں آدم کا اور اپنا موازنہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

پیکر انجم ز تو گردشِ انجم ز من جاں بجاں اندرم، زندگی مضمرم

تو بہ بدن جاں دہی شور بجا من دہم تو بہ سکوں رہ زنی من بہ تپش رہبرم (۳)

ابلیس اپنے عمل کو حق بہ جانب گردانتے ہوئے استدلال پیش کرتا ہے کہ زندگی میں حرکت کا سرچشمہ وہ خود ہے۔ دوسروں سے تقابل فرد کو برتری کی خواہش کی طرف دھکیلتا ہے۔ یہ خواہش و آرزو پھر عمل کے ذریعے تکمیل کی منزلیں سر کرتی ہے۔ طلب و کوشش ہی وہ جذبہ ہے جو انسان کو منزلِ مقصود کی جانب راغب کرتا ہے اور شاید یہی وہ نکتہ ہے جسے علامہ نے خودی سے تعبیر کیا ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم اس بابت لکھتے ہیں:

> "خودی کی بابت نٹشے کا نظریہ حیات اقبال کے نظریۂ حیات کے بہت مماثل ہے۔ چنانچہ اسرارِ خودی کے بعض اشعار میں خودی کی بابت نٹشے کا استدلال دل نشیں اشعار میں منتقل ہو گیا ہے۔ نٹشے نفسِ الٰہی اور نفسِ انسانی کو آرزوئے ماہیت خلّاق اور ارتقا کوش سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہستی خود ورزش تکمیل خودی کے لیے مزاحمتیں پیدا کرتی ہے تاکہ ان پر غلبہ حاصل کر کے وہ قوی تر ہو جائے۔ اقبال کے ہاں بھی شر اور شیطان کا یہی تصوّر

ہے۔۔۔اس کا مقصد یہ واضح کرتا ہے کہ اگر شریا اس کے مشخص تصور شیطان کا وجود نہ ہوتا تو ہستی جامد اور بے حرکت ہو کر رہ جاتی۔‘‘(۴)

نور اور نار کو ذہن میں رکھیں تو اول الذکر خیر اور دوسرا شر کا پیکر ہے جب کہ انسان میں دونوں موجود ہیں اور ان کے درمیان کشا کش اور آویزش رہتی ہے۔اس کھینچا تانی میں انسان کی ذات ثنویت کا شکار ہو جاتی ہے۔منشائے خالق یہ ہے کائنات کی سب سے احسن اور اعلیٰ تخلیق اپنی کلیت دریافت کرلے۔اقبال نے اس بات کو کور ذوقی سے تشبیہ دی ہے جس میں یزداں تو ہو مگر شیطان نہ ہو:

مزی اندر جہانِ کور ذوقے — کہ یزداں دارد و شیطاں ندارد

سلیم احمد اپنے ایک مضمون میں ملٹن اور اقبال کے شیطانوں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اقبال کا شیطان زیادہ قوی ہے۔اس میں قوت کے ساتھ ساتھ حسنِ عمل کا جوہر بھی ہے جو اسے ہیجان برپا رکھنے پر اُکساتا ہے۔یہی وصف شاعر انسان کے اندر دیکھنے کا متمنی ہے۔’’ابلیس کا فرمان‘‘ میں وہ تین لوگوں کے خلاف راست اقدام کا مطالبہ کرتا ہے۔وہ ہیں: برہمن، مسلمان اور خود علامہ۔ان تینوں کی قوت کا سرچشمہ ان سے چھین لینا چاہتا ہے تاکہ یہ سست اور کاہل ہو کر بے عملی کا شکار ہو جائیں۔’’ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام‘‘ میں کہا:

(ا)لا کر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں — زنّاریوں کو دیرِ کہن سے نکال دو

(ب)وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

(ج)اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز — ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو(۵)

آدم کو اپنی استعداد اور طاقت کا علم ہونا لازم ہے۔اس کے لیے خودی کی کھوج کرنی ہے۔ابلیس اپنا حریف اسے سمجھتا ہے جو سوزِ دروں کی دولت سے مالا مال ہے۔اقبال کو ہم وطن ہندوؤں اور مسلمانوں سے یہ گلہ تھا کہ وہ اپنی خودی انگریزوں کے ہاتھوں فروخت کر چکے ہیں اور غلامی کی ذلت میں جی رہے ہیں۔وہ عقلِ عیار کے دام میں گرفتار ہو کر حریت کا سبق بھلا بیٹھے ہیں۔ایسا نفس جو زندگی کی حرارت کا ضامن ہے وہ دل کی تپش سے نمو کرتا ہے۔نظم ’’ابلیس کی عرضداشت‘‘ میں خدا اسے انسان کی کمزوری کو اجاگر کرتے ہوئے، شیطان کہتا ہے:

کہتا تھا عزازیل خداوند جہاں سے — پرکالۂ آتش ہوئی آدم کی کفِ خاک

جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب — دل نزع کی حالت میں خرد پختہ و چالاک(۶)

عقل جتنی بھی ترقی یافتہ ہو جائے وہ انسان کو کامل و اکمل نہیں کر سکتی، تکمیلِ ذات کے لیے کشف کی کرامت درکار ہے جو قلب کے نور سے ممکن ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اور اخلاقیات کے معلمین شیطان کو اپنا دشمن اور حریف گردانتے ہیں مگر اقبال نے اس منفی کردار کو اپنے زاویے سے یوں شاعری میں پیش کیا ہے کہ انسان کو اس پر غضبناک ہونے کی بجائے اس کا شکر گزار ہونا پڑتا ہے۔ جنت سے نکلوانے کا ذمہ دار شیطان ہے، انسان اس پر غمزدہ و پریشان ہے مگر فرشتے آدم کو رخصت کرتے ہوئے جو بات کرتے ہیں اس سے تو معاملہ یکسر مختلف دکھائی دیتا ہے:

؎ تیری نوا سے ہے پردۂ زندگی کا ضمیر — کہ تیرے ساز کی فطرت نے کی ہے مضرابی

آدم رفعتوں سے لڑھکتا خاک پر آن پڑا۔ وہ آرام دہ زندگی، وہاں کی نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ اسے خالق کی ناراضی کا سامنا تھا لہٰذا اس کی پشیمانی اور ندامت بجا تھی مگر روحِ ارضی نے جب آدم کا استقبال کیا تو اسے ایک زبردست خوشخبری دی:

سمجھے گا زمانہ تیری آنکھوں کے اشارے — دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے

ناپید تیرے بحرِ تخیل کے کنارے — پہنچیں گے فلک تک تیری آہوں کے شرارے

تعمیرِ خودی کر اثرِ آہِ رسا دیکھ (۷)

تخیل کا بحرِ عمیق اور آہِ رسا ہی دو انسان کے پاس کامیابی کے خزانے کی کلیدیں ہیں۔ شر کی کششِ ثقل سے نکلنے کے لیے جو قوتِ پرواز (Force) ہے وہ خود آگہی میں مُضمر ہے۔ اس منزل تک رسائی کے لیے بڑی کٹھن راہیں ہیں جن پر چل کر یہ منزل نصیب ہوتی ہے۔ نیکی کی خواہش ہو کہ بدی سے خوف، ہر دو میں حسنِ عمل ہی نسخۂ کیمیا ہے۔ اقبال کے خیال میں ابلیس انسان میں جذبات کے طوفان اٹھانے کا Source ہے۔ وہ مایوسی کی اتھاہ کھوہ میں گر کر بھی سکون سے نہیں بیٹھا بلکہ اس نے کائنات کے نظام میں ہلچل پیدا کر دی۔

شیطان کو "مایوسی کفر ہے اور خدا کی رحمت سے ہر گز مایوس نہ ہونا چاہیے" کا مشورہ بھی اپنی آزادانہ روش سے باز نہیں رکھ سکا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے:

؎ جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات — اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لاتقنطو؟

مسئلہ جبر و قدر کے مباحث میں شر اور خیر دونوں کو خدا کی پیداوار قرار دیا گیا ہے۔ یعنی نظامِ ہستی چلانے کے لیے یہی پروردگار کی مشیت تھی کہ شیطان انکار کرے اور آدم خلد سے نکل کر خاک کے خمیر میں سے پھر اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہو جائے اور یہ کہ سب

کچھ جو ہے وہ دراصل کچھ نہیں ہر چیز میں خالق خود جلوہ گر ہے۔ یہ ویدانتی اور وحدت الوجودی فلسفے ہیں جو کائنات اور اس کے بنانے والے کی ہیئت اور حقیقت کو جاننے کی غرض سے اختراع کیے گئے ہیں۔ زرتشی مذہب میں یزداں کے ہم پلہ قوت کو اہرمن کا نام دیا گیا ہے جو بدی کا مبدا ہے اور ان دونوں قوتوں کی باہم کشاکش اس دھرتی اور آکاش کے فنکشنل ہونے کی ضمانت ہے۔

علامہ نے اس کردار کو گہری معنویت عطا کر کے نہ صرف شاعری میں اچھوتا زاویہ تخلیق کیا بلکہ فلسفے میں بھی اختیار و جبر کے درمیان نئی راہ اپنائی۔ عمل سے زندگی جنت اور جہنم بن سکتی ہے، انسان کا کام جدوجہد کرنا ہے۔ عبدالسلام ندوی نے ان کے اس عقیدے کے بارے میں لکھا:

> ''ڈاکٹر صاحب (اقبال) کا فلسفہ بالکل عملی ہے وہ دنیا کو عمل کی دعوت دیتے ہیں اور ان کے نزدیک زندگی ایک دائمی جدوجہد اور مسلسل حرکت کا نام ہے۔۔۔ ان کے نزدیک دل کی پوری دنیا یعنی علم، ارادہ اور تمنا و آرزو سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں اور انھی چیزوں کے ذریعے انسان عمل کرتا ہے۔۔۔۔ (انسان) زندہ خاک ہے اس لیے نہ وہ مجبورِ محض ہے اور نہ مختارِ کل۔''(۸)

اسی مضمون کو شعری قالب میں ڈھالا تو مزید واضح کر دیا، نظم ''تقدیر'' میں فرماتے ہیں:

نااہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت — ہے خوار زمانے میں کبھی جوہرِ ذاتی
شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں — تقدیر نہیں تابعِ منطق نظر آتی
ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی — بزاں صفت تیغ دو پیکر نظر اس کی(۹)

بھلے تقدیر کسی اصول، ضابطے اور قانون کی پابند نہیں مگر وہ ہمیشہ اجتماعی جدوجہد کو مدِ نظر رکھ کر اپنا وزن بہادروں اور جفاکشوں کے پلڑے میں ڈالتی ہے۔ ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' میں زیادہ تر شیطان کی شخصیت کا منفی رخ دکھایا گیا ہے مگر کچھ ایسے اشعار ہیں جو آدم کو اپنے کھوئے ہوئے مقام کی بازیابی پر آمادگی کی جانب مائل کرتے ہیں۔ پانچوں مشیر جب ابلیس کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:

اے تیرے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار — تو نے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار
آب و گِل تیری حرارت سے جہانِ سوز و ساز — ابلۂ جنت تیری تعلیم سے دانائے کار

تجھ سے بڑھ کر فطرتِ آدم کا وہ محرم نہیں　　سادہ دل بندوں میں جو مشہور ہے پروردگار

مندرجہ بالا اشعار میں انسان اور پورے نظامِ انفس وآفاق کا روحِ رواں ابلیس کو بتایا گیا ہے۔ اس کو آدم کی سرشت اور فطرت کا اس قدر علم ہے کہ جیسا چاہتا ہے اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ابلۂ جنت کہہ کر آدمیت پر طنز کیا گیا ہے کہ زمین پر آنے کے بعد ہی دراصل اس نے اپنی عقل وخرد کو کام میں لانا شروع کیا جو درحقیقت ابلیس ہی کا احسان ہے۔

اسی نظم میں اقبال نے تقدیر واختیار کے مضمون کو بھی چھیڑا ہے۔ اسلام سمیت کئی مذاہب کا تقدیر کو من جانب اللہ قرار دینا ایک کھلا راز ہے اور عام اشخاص اس کو عقیدے کا جزو مانتے ہیں اور راضی بہ رضا رہتے ہیں۔ ابلیس کی زبانی ان کی یہ غلط فہمی بھی دور کی گئی ہے:

میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا　　میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں

کون کر سکتا ہے اس آتشِ سوزاں کو سرد　　جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوزِ دروں

ملک حسن اختر نے اقبال کے تصور ابلیس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "اقبال ابلیس کو عقل سے زیادہ اس کی قوت اور آزادی کو سراہتے ہیں۔ اقبال نے قوت اور طاقت کو ہمیشہ پسند کیا ہے۔۔۔ اقبال ابلیس کے مقابلے میں جبریل کو اہمیت نہیں دیتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جبریل آزاد نہیں اور دوسرے کے ارادے کا پابند ہے۔ اس کی ذات سوز و مستی سے کوسوں دور ہے۔"(۱۰)

علامہ اقبال نے ابلیس کو Paradoxic حیثیت دے کر فقط اپنے پیغام کے ابلاغ کو ممکن بنایا ہے۔ انسان ابلیس کو اپنا حریف و دشمن سمجھتے ہوئے بھی اس سے ایک سبق لے سکتا ہے اور وہ حرکت ہے، جہدِ مسلسل ہے، عملِ پیہم ہے۔ وہ انسان کی سستی اور کاہلی کو للکارتا ہے۔ اس کی تمام سعی وکوشش کا اگر مقابلہ بھی کرنا ہے تو وہ بھی عمل کی قوت سے ممکن ہے۔ اپنی خوابیدہ مثبت خوبیوں کو اپنے ارادوں کی تکمیل کا ذریعہ بنانا انسان کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ دنیائے رنگ وبو میں ہر زمانے میں منفی قوتوں کی کارفرمائی رہی ہے۔ شیطان کے کردار سے یہ اصول طے ہوتا ہے فرد ہو کہ قوم، کوشش، محنت اور لگن کے بغیر گوہرِ مقصود ہاتھ نہیں آتا۔

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح زبورِ عجم، (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، س ن)، ص ۶

۲۔ علامہ اقبال، پیامِ مشرق (در جواب شاعر المانوی گوئٹے)، (لاہور: اشاعت زیر اہتمام محمد حسین ایم۔ اے، طبع ششم، ۱۹۴۶ء)، ص ۹۸۔۹۷

۳۔ ایضاً، ص۹۸

۴۔ خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال، (علی گڑھ (انڈیا): ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۷ء)، ص۲۱۱

۵۔ علامہ محمد اقبال، ضربِ کلیم، (لاہور: طباعت زیرِ نگرانی چودھری محمد حسین ایم۔ اے، طبع چہارم، ۱۹۴۴ء)، ص۱۴۸

۶۔ محمد اقبال، بالِ جبریل، (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، اشاعت اوّل، ۱۹۳۵ء)، ص۲۱۵

۷۔ ایضاً، ص۱۷۸

۸۔ عبدالسلام ندوی، مرتبہ: اقبال کامل، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع اوّل، ۱۹۸۹ء)، ص۶۶۔۶۵

۹۔ علامہ اقبال، ضربِ کلیم یعنی اعلان جنگ دورِ حاضر کے خلاف، (لاہور: طباعت زیرِ اہتمام چودھری محمد حسین ایم۔ اے، طبع چہارم، ۱۹۴۴ء)، ص۱۷

۱۰۔ ملک حسن اختر، اطرافِ اقبال، (دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، طبع اوّل، ۱۹۷۶ء)، ص۲۲۹۔۲۲۸

ماخذات:

1. اختر، ملک حسن، اطرافِ اقبال، دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، 1976ء
2. چشتی، یوسف سلیم، شرح زبورِ عجم، لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت، س۔ن
3. خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال، علی گڑھ (انڈیا): ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1977ء
4. ندوی، عبدالسلام، اقبال کامل (مرتبہ). اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1989ء
5. اقبال، علامہ محمد، پیامِ مشرق (در جواب شاعرِ المانوی گوئٹے)، لاہور: اشاعت زیرِ اہتمام محمد حسین، طبع ششم، 1946ء
6. اقبال، علامہ محمد، ضربِ کلیم، لاہور: طباعت زیرِ نگرانی چودھری محمد حسین ایم۔ اے، طبع چہارم، 1944ء
7. اقبال، محمد، بالِ جبریل، لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، اشاعت اوّل، 1935ء
8. اقبال، علامہ محمد، ضربِ کلیم، لاہور: طباعت زیرِ اہتمام چودھری محمد حسین ایم۔ اے، طبع چہارم، 1944ء

References:

1.Prof.Yousuf Saleem Chishti, Sharah Zuboor-e-Ajam,(Lahore:Maktab Tameer-e-Insaniyyat),p. 6

2.Allama Iqbal, Peyam-e-Mashriq(Dar Jawab Shaa'er Almanvi Goetay,(Lahore: Asha'at Zer-e-Ehtemaam Muhammad Hussain M.A. Taba Shasham, 1946), p. 97-98

3.Ibid, p. 98

4.Khalifa Abdul Hakeem, Fikr-e-Iqbal,(Ali Garh(India):Educational Book House, 1977), p. 211

5.Allama Muhammad Iqbal, Zarb-e-Kaleem, (Lahore: Taba'at Zer-e-Nigrani Ch. Muhammad Hussain M.A. Tabaa Chaharam, 1944), p. 148

6.Muhammad Iqbal, Baal-e-Jibreel, (Lahore:Taj Company Limited, Asha'at Awwal, 1935), p. 215

7.Ibid, p. 178

8.Abdul Salam Nadvi, Murattaba: Iqbal Ka Amal, (Islamabad:National Book Foundation, Taba Awal, 1989), p. 65-66

9.Allama Iqbal, Zarb-e-Kaleem Yani Elan-e-Jang Daur-e-Hazir Ke Khilaaf, (Lahore: Taba'at Zer-e-Ehtemaam Ch. Muhammad Hussain M.A. Tabaa Chaharam, 1944), p. 17

10.Malik Hassan Akhtar, Atraaf-e-Iqbal, (Delhi: Etqaad Publishing House, Tabaa Awwal, 1976), p. 228-229